حافظ محمد ابراہیم فانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ

جہاد افغانستان اور حقانی شہداء

مولانا احمد گل شہید، مولانا فتح اللہ شہید اور مولانا طالب محمد شہید

من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر (الاحزاب)

(ایمان والوں میں کتنے مرد ہیں کہ سچ کر دکھایا جس پر قول کیا تھا اللہ سے۔ پھر کوئی ہے ان میں کہ پورا کر چکا اپنا ذمہ اور کوئی ہے ان میں راہ دیکھتا (یعنی انتظار میں ہے)

مولانا احمد گل شہید

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

اخبارات میں یہ خبر شہ سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئی۔ غیر ملکی پریس اور ذرائع ابلاغ نے اس پر سیر حاصل تبصرے کئے۔ کہ جہاد افغانستان میں برسرپیکار مجاہدین کے صف اول کے رہنما مولانا احمد گل صاحب حقانی نے پکتیا کے محاذ پر روسی استعمار کے گماشتوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔ اور یوں مجاہدین افغانستان ایک سربکف مجاہد، ایک سرفروش رہنما، ایک عظیم الشان عالم دین اور کفن بردوش منتظم سے محروم ہو گئے۔ یہ جگر پاش اور روح خراش سانحہ اس وقت پیش آیا۔ جب وہ دشمن کے مورچوں کو تباہ کرنے میں مصروف تھا۔ اور برابر پیش قدمی کرتا رہا۔ تا آنکہ دشمن نے ان کے گرد گھیرا ڈالا۔ اور ان کے درمیان محصور ہوئے۔ دشمن برابر ان کے گرد گھیرا تنگ کرتے رہے۔ بالآخر مجاہد موصوف توپوں کی شدید گولہ باری کی زد میں آ گئے۔ اور نہایت ہی بے جگری کے ساتھ مردانہ وار مقابلہ کرتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں سربلندی دین اور آزادی ملت کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کیا۔ اور یوں ان کی بے چین و بے قرار سیماب صفت جان کو تسکین نصیب ہوئی۔

بقول جگر مرادآبادی مرحوم ؎

جان ہی دے دی جگر نے آج پائے یار پر
عمر بھر کی بیقراری کو قرار آ ہی گیا

ہفت روزہ تکبیر کراچی کے مدیر شہیر نے چند ہفتے قبل محاذ جنگ میں اس عظیم مجاہد کے ساتھ ملاقات کی تھی اور ان پر تبصرہ اور محاذ کے متعلق نہایت ہی قیمتی معلومات فراہم کی تھیں جس میں آپ کا انٹرویو بھی شامل تھا۔ پھر اس کے بعد آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ تو تکبیر کے جہاد افغانستان نمبر میں ان پر نہایت ہی دل آویز انداز میں تبصرہ کیا۔ اب تکبیر کا شمارہ نمبر ۴۰ جلد نمبر ۷ میرے ہاتھ میں ہے۔ اس میں مدیر محترم نے "مجاہدین افغانستان سے کے دلیس میں" کے زیر عنوان جو سلسلۂ سفر افغانستان شروع کیا ہے۔ اس میں آپ نے اس عظیم مرد مجاہد کے بارے میں جو بصیرت افروز خیالات پیش کئے ہیں اور ان کے جذبۂ جان سپاری پر داد تحسین اور عقیدت و محبت کے جو پھول نچھاور کئے ہیں وہ آپ نے الحق کے پچھلے شمارہ میں ملاحظہ فرما لیا ہوگا۔

مولانا احمد گل حقانی نے مادر علمی دارالعلوم حقانیہ میں مورخہ یکم محرم الحرام ۱۳۸۷ھ کو فارم داخلہ پر کیا۔ ابتدائی تعلیم آپ نے آپ وطن میں مختلف مدارس اور مساجد میں حاصل کی اس کے بعد اعلیٰ تعلیم اور منتہی کتابیں پڑھنے کے لئے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کی شبانہ روز محنتوں اور ان کے اخلاص وللہیت کا اثر ہے۔ کہ جہاں بھی جوہر قابل تھا۔ مادر علمی کی مقناطیسی جاذبیت نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ کچھ عرصہ آپ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کی مسجد میں رہائش پذیر تھے۔ اور وہاں پر حضرت الشیخ کی آغوش شفقت میں چند مہینے گذارے۔ آپ ان کے خدام خاص میں شامل تھے اور کئی دفعہ حضرت الشیخ کی امامت کی سعادت بھی حاصل کی۔ حضرت الشیخ نے ان کو اپنی دعوات مستجابہ سے خوب خوب نوازا۔ پھر اس کے بعد جب دارالعلوم کے دارالاقامہ (ہاسٹل) میں منتقل ہوئے تو یہاں بھی فارغ اوقات میں اپنے اساتذہ کے ہاں باقاعدہ حاضری دیتے اور ان کی خدمت گذاری و اطاعت شعاری اپنا وطیرہ بنایا۔ ذہانت و قابلیت کا یہ عالم تھا کہ تمام کتابوں کو اپنے ہم درس ساتھیوں کے ساتھ تکرار کرتے۔ اس کے ساتھ تہجد گزار، قائم اللیل و صائم النہار بھی تھے۔ دورۂ حدیث میں آپ نے چھ سو نمبرات پورے حاصل کئے۔ اور پانچ نمبرات انعامی اور حوصلہ افزائی کے تو کل چھ سو پانچ نمبرات آپ نے حاصل کئے۔

مولانا جلال الدین صاحب حقانی جو کہ جہاد افغانستان میں مجاہدین کے کمانڈر ان چیف ہیں۔ ان دونوں کا زمانۂ طالب علمی سے گہرا تعلق تھا۔ اور ہم پیالہ و ہم نوالہ کے مصداق اتم تھے۔ دونوں نے ایک ہی سال داخلہ لیا اور ایک ہی کتابیں پڑھتے تھے۔ اور ایک ہی سال فارغ ہوئے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ دورۂ حدیث میں مولانا جلال الدین حقانی کے ۶۰۶ نمبرات ہیں جب کہ آپ کے ۶۰۵۔

پھر جب جہاد افغانستان کا آغاز ہوا اور مجاہدین نے باقاعدہ مسلح جہاد کا عزم کیا تو بھی دونوں ایک دوسرے کے شانہ بشانہ جہاد میں معروف ہوئے دوستی اور معیت کا یہ مظاہرہ کمتر دیکھنے میں آیا ہے۔ لیکن آپ کی شہادت

نے دوستی کے اس عظیم اور مضبوط بندھن کو توڑا۔ اور بقول شاعر

وکنا کندمانی جذیمة حقبة — من الدهر حتیٰ قیل لن یتصدعا

فلما تفرقنا کانی ومالکًا — لطول اجتماعٍ لم نبت لیلةً معًا

فتی کان احییٰ من فتاةٍ حییةٍ — واشجع من لیثٍ اذا ما تمنعا

ترجمہ ۔ ،، مدتوں ہم لوگ جذیمہ کے ندیموں کی طرح رہے ۔ یہاں تک کہ یہ کہا گیا کہ یہ لوگ ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے ۔ اور جب ہم بچھڑ گئے تو طول مصاحبت کے باوجود ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں نے اور مالک نے ایک رات بھی بسر نہیں کی ۔ میرا بھائی دوشیزہ سے زیادہ باحیا اور شیر سے زیادہ بہادر اور خود دار تھا ،،

موصوف نہایت ہی خوش لباس و خوش اطوار اور سادگی کی مجسم تصویر تھے ۔ عالم شباب ہی میں آپ کا چہرہ سے نورانیت ٹپکتی تھی ۔ اور بمصداق حدیث اذا رأوا ذکر اللہ کے مظہر اتم ؎

نگاہوں سے برستی ہے اداؤں سے ٹپکتی ہے
محبت کون کہتا ہے کہ پہچانی نہیں جاتی

راقم الحروف نے جب یہاں مادر علمی میں داخلہ لیا تو ان کے ساتھ ملاقات ہوتی رہی کیونکہ وہ ہمارے کمرہ کو حضرت والد مرحوم علامہ عبدالحلیم صاحب صدر المدرسین دارالعلوم حقانیہ کے پاس بعد از نماز عشا تشریف لاتے اور مولانا جلال الدین بھی آپ کے ہمراہ ہوتے ۔ اپنے شفیق استاد کو دباتے ۔ ان کے سر کو مالش کرتے اور دیر تک حضرت صدر صاحب سے استفادہ فرماتے رہتے ۔ یہ بابرکت محفل انجمن قدسیاں کا حسین منظر اور دلکش سماں پیش کرتی ۔ اگر کبھی ناغہ ہو جاتا تو حضرت صدر صاحب قدس سرہ ان سے ناغے کے بارے میں دریافت فرماتے ۔ کہ آپ کیوں رات تشریف نہیں لائے ۔ کوئی مہمان وغیرہ آیا تھا یا اور کوئی سبب ۔ مولانا احمد گل حقانی اور مولانا جلال الدین حقانی ایک دوسرے کو دیکھتے ۔ پھر مولانا احمد گل صاحب فرماتے کہ ایسی کوئی وجہ نہیں بلکہ کبھی کبھی ہم قصداً ناغہ کرتے ہیں ۔ کیونکہ ہماری وجہ سے آپ کے آرام اور اوراد معمولات میں فرق اور خلل پڑتا ہے ۔ حضرت صدر صاحب تبسمانہ لہجے میں فرماتے ۔ کہ آپ نے مجھے عادی بنا یا ہے تو اس وجہ سے آپ لوگوں کا انتظار کرتا ہوں ۔ آہ !

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

اور بقول علامہ اقبال ؎

رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے — کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

خیر تو ساقی سہی لیکن پلائے گا کسے
اب نہ وہ میکش رہے باقی نہ میخانے رہے

مجھے ایک لطیفہ یاد آیا۔ ہوا یوں کہ دارالعلوم حقانیہ کی وسیع جامع مسجد میں نماز مغرب اکثر مولانا احمد گل صاحب پڑھاتے۔ اس میں عام طور سے آپ سورہ یٰسین کی چند آیتیں تلاوت کرتے۔ ایک دن میں نے ان سے کہا کہ آپ کو غالباً قرآن پاک میں ان آیتوں کے علاوہ اور کوئی حصہ یاد نہیں۔ کہ بس آپ وَمَا لِیَ لَا اَعْبُدُ الَّذِی فَطَرَنِی الآیۃ پڑھتے ہیں۔ اس پر آپ کا چہرہ چمک اٹھا۔ اور دل آویز تبسم فرمایا۔ اور کہا کہ آپ لوگ ہر چیز کو مدنظر رکھتے ہیں۔

بندہ نے جب آپ کی شہادت کی خبر سنی تو دماغ کے سکرین پر آپ کا سراپا گردش کرنے لگا۔ وہ نماز مغرب یہ لطیفہ وہ تبسم۔ اس کے ساتھ ہی یہ آیت جو کہ آپ نماز مغرب میں پڑھا کرتے

یٰلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین ۔

بہر تسکیں دل میں رکھ لی ہے غنیمت جان کر
جو بوقت ناز کچھ جنبش ترے آبرو میں تھی

سردار داؤد کے دور حکومت میں آپ نے افغانستان سے ہجرت کی تھی۔ اس وقت سے لے کر تادم مرگ انہوں نے ہزاروں کمیونسٹوں، دہریوں، روسی اور کارمل فوجیوں کو واصل جہنم کیا۔ آپ کے سرفروشانہ کارناموں کا سلسلہ کافی طویل ہے۔ وفات سے چند دن قبل موضع باڑی میں دشمن کے ایک بہت بڑے حملے کو پسپا کیا جس میں دشمن کو کافی نقصان پہنچایا۔ اور ان کو ہزیمت اٹھانی پڑی۔ اس لڑائی میں مجاہدین نے اسلحے کے کافی ذخیرے پر قبضہ کر لیا۔ اور مال غنیمت میں کافی اشیاء ہاتھ آئیں۔ بالآخر ۱۶ ر اگست بروز جمعۃ المبارک آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ افغانستان کے صوبہ پکتیا میں بمقام لالنیرہ آپ کو خداوند قدوس نے خلعت شہادت سے نوازا۔ اور دوسرے دن بروز ہفتہ ہزاروں اشک بار آنکھوں اور دھڑکتے دلوں نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور میراں شاہ کے قبرستان شہداء متصل تبلیغی مرکز میں آپ سپرد خاک کر دئے گئے۔

اور یوں شہداء بدر وحنین اور خونیں کفنان یرموک و تبوک میں ایک اور خونیں کفن کا اضافہ ہوا ۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

سلام ہو اس مرد مومن کی روح پر، جو حق کی خاطر جیا اور حق کی خاطر مرا۔ اولاً اپنی زندگی کی بہاریں تحصیل علم پر نثار کیں اور جب تحصیل علم سے فراغت حاصل کی تو اس کی خودداری اور حمیت نے یہ گوارا نہ کیا کہ دہریوں اور کمیونسٹوں کے ناپاک قدم افغانستان کی سرزمین میں داخل ہوں۔ انہوں نے اس کے خلاف باقاعدہ مسلح جہاد کا آغاز کیا۔ اور ایک ایسی وادیٔ پرخار میں قدم رکھا کہ قدم قدم پر کلفتیں اور صعوبتیں اس کا استقبال کرتی رہیں۔ کبھی